محمد تر کھان اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ

محمد اکرم رانجھا

میں الیکشن کے روز ۱۱رمئی ۲۰۱۳ء سے چار پائی پر ہوں نہ صحت مند ہوں اور نہ ہی بیمار۔ سال کا کچھ حصہ گاؤں میں ہوتا ہوں اور کچھ منصورہ۔ لاہور میں مجھے سلیم بیٹے نے بتلایا کہ گاؤں میں محمد تر کھان اللہ کے حضور حاضر ہوگیا ہے۔ مجھے دھچکا لگا کیونکہ میں محمد تر کھان کو گاؤں بھر میں درجہ اوّل کا انسان سمجھتا تھا۔ گاؤں کے لوگ تین حیثیت کے ہوتے ہیں۔ ایک زمیندار اور صاحب اقتدار لوگ دوسرے کاشت کار، تیسرے دستکار اور کمین لوگ۔ محمد تر کھان تیسرے کیٹیگری درجہ (یعنی) کمین لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس کے پاس اپنا دست و بازو ہی اس کا ذریعہ معاش تھا کلہاڑا اس کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ جس سے وہ روزی کماتا تھا اور بیشتر اوقات کلہاڑا مسجد کی دہلیز کے پاس زمین پر پڑا ہوتا اور نمازی محمد تر کھان اپنے اللہ کے حضور سربسجود ہوتا۔ ’’وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ‘‘ (القرآن) یعنی اللہ پاک کا فرمان ہے کہ ’’سجدہ کر اور میرے قریب ہو جا‘‘ والی بات اس پر صادق آتی تھی۔ سجدے میں پھیلے ہوئے ہاتھ اتنے گدلے اور بدنما ہوتے کہ خیال آتا کہ ایسے ہی بدنما اور گدلے ہاتھ ہوں گے اس مزدور صحابی رضی اللہ عنہ کے جن کو جناب سرورِ آب صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا۔

محمد تر کھان کے دو کام تھے محنت مزدوری کرنا یا پھر عبادت و ریاضت کرنا، تیسرا شوق محمد تر کھان کو یہ تھا کہ اس کی نرینہ اولاد قرآن پاک حفظ کر جائے اور اس کی بیٹیاں دست کار بن جائیں۔ اللہ کے حضور جانے سے قبل محمد تر کھان دو بیٹوں اور ایک پوتے کو حافظ قرآن بنا کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی اور انھیں اپنے گھر آباد کیا وہ قیامت کے روز میرا پڑوسی ہوگا۔ محمد تر کھان نے تین بیٹیوں کا گھر آباد کیا اور اس خوشخبری کا مصداق بنا۔ زندگی میں اس کی نماز کوئی قضا نہ تھی کوئی روزہ قضا نہ تھا۔ اسے موت سے پہلے حج نصیب ہوا اس کے دو بیٹے اور ایک پوتا حافظ قرآن تھا۔ تین بیٹیاں شادی شدہ اپنے گھر آباد تھیں۔ ان نمبروں کو اگر شمار کیا جائے تو یہ مخصوص نمبر کسی شخص کے گاؤں بھر میں نہ تھے۔ محمد تر کھان کو یہ مخصوص فوقیت بھی حاصل تھی کہ وہ مسجد کے گرد و نواح میں گھومتا پھرتا نظر آتا تھا۔ حالانکہ اس کا مٹی کا بنا ہوا کچا مکان گاؤں کے جانبِ شمال واقع تھا جبکہ مسجد جانبِ جنوب۔ دن بھر میں پانچ مرتبہ مرد درویش ان راہوں میں گھومتا نظر آتا تھا۔

محمد تر کھان کی زندگی کے تقریباً ۷۵ سال کا بیشتر حصہ مسجد کے جنوب اور مکان کے شمال میں چلتے گزر گیا۔ میں

جب نئی نویلی ٹیوٹا کار پر سوار ہو کر کنوئیں کے باغات دیکھنے جاتا تو محمد ترکھان مجھے ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے مل جاتا اور جب میں واپس گاؤں داخل ہوتا تو محمد ترکھان مجھے عصر کی نماز پڑھنے کے لیے آتا ہوا مل جاتا اور میں حیران رہ جاتا کہ یہ شخص ہمہ وقت مسجد کی راہوں میں ہے۔

محمد ترکھان کو گاؤں کے کاشت کار اور زمیندار کمین کہہ کر پکارتے تو میں کانپ اٹھتا کہ جس کا رزق حلال اور کفاف ہے جس کی کوئی نماز اور روزہ قضا نہیں جسے حج کی سعادت نصیب ہوئی اور جو نماز باجماعت کی خاطر مسجد کی گلیوں میں دھکے کھاتا پھرتا ہے۔ وہ تو کمین ہوا اور اسے کمین کہنے والے لوگ ساہوکار ہوئے جنھیں منکرات کے علاوہ کوئی کام نہیں۔ اس گاؤں میں ایسے بدنصیب بھی ہو گزرے ہیں جنھیں عمر بھر میں نے مسجد میں نہیں دیکھا۔ جنھیں حج نصیب نہیں ہوا۔ جن کا رزق مارے دھاڑے کا ہے جن کی اولاد نے قرآن حفظ نہیں کیا اور جنھیں طبعاً امرا کے پیچھے طبقہ غربا چلتا نظر نہیں آتا۔

یہاں اکثر غریب لوگ نمازی ہیں جن کے سرخیل محمد ترکھان، یوسف لوہار اور احمد مسلی جیسے لوگ ہیں اور طبقہ امراء کے سرخیل وہ لوگ ہیں جو ذیلدار سفید پوش اور نمبردار قسم کے اپنے اقتدار اور خوشحالی میں مست ہیں۔ عمرانی طور پر یا تو طبقہ امرا نیک اور خدا مست ہونا چاہیے یا پھر امیروں کی پیروی میں غربا کو ان جیسا ہونا چاہیے لیکن یہاں واضح طور پر تضاد موجود ہے۔

میں نے محمد ترکھان سے ایک مرتبہ پوچھا بھائی تم نے مسجد کا طواف کہاں سے سیکھا۔ اس نے کہا میرے بچپن میں نواحی گاؤں ''ریڑ کا بالا'' میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری سالانہ جلسہ کیا کرتے تھے اور میرا باپ ''صالحوں'' مجھے کان سے پکڑ کر اپنی گھوڑی پر بٹھا کر لے جایا کرتا تھا۔ میں نے دس گیارہ بار سید صاحب کے باطن خداوندی سے قرآن حکیم سنا تو میرے دل کی دنیا بدل گئی اور بچپن کے وہ نقوش ان مٹ شکل میں آج ۷۰ سال بعد بھی مٹائے نہیں مٹ سکتے۔ سید صاحب دنیا سے رخصت ہو گئے اور میں زمانہ حال سے انھیں آوازیں دیتا رہا۔

میں نے محمد ترکھان کو مزید کچھ کہنے کا عندیہ دیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ اس نے سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی معیت میں گزرے ہوئے لمحات کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

''میں شاہ صاحب مرحوم و مغفور کو بھلائے نہیں بھول سکا وہ میرے من کی دنیا کے بادشاہ تھے۔ علاقے میں گوندل بار اور کڑانہ بار کے ہیرو کوئی اور لوگ ہوں گے۔ میرے من کی دنیا کا سرتاج سید رحمتہ اللہ علیہ ہے وہ میرے لیے ایسا سامان چھوڑ گئے کہ میں گدا نہیں بادشاہ ہوں۔ میرے لیے حافظ اولاد اور افراد خاندان کا بہترین سرمایہ حیات ہیں۔ جب رات کے پچھلے پہر کوئل کوکتی ہے تو مجھے اپنے مالک اور خالق کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور میں کائنات کے والی پر درود و

سلام بھیجتا ہوں جس کو بلال حبشی رضی اللہ عنہ بھلائے نہ بھول سکا“

محمد ترکھان اگرچہ چٹا ان پڑھ تھا اس کی پونجی فقط سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی محبت اور عقیدت اور ان کے زیرِ اثر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دیوانگی کی حد تک پیار اور محبت تھا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی محبت اسے اپنے مذہب سے بہت حد تک واقف کار بنا گئی تھی کہ وہ بہت سی عالمانہ باتیں کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے شہادت کی بات کی کہ راہ خدا میں جان قربان کرنا اسلام کی سب سے بڑی عبادت ہے تو اس نے معلومات اور علمی باتوں کا دریا بہا دیا۔ اس نے فلسفہ جہاد و شہادت پر عالمانہ روشنی ڈالی۔ وہ یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہادت کے بے حد متمنی ہوا کرتے تھے۔ وجہ اس شوق اور ولولہ کی یہ تھی کہ وہ ایمان لانے سے پہلے اپنی مرضی کی زندگی گزارتے رہے تھے۔ مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبل از اسلام سخت زندگی گزارتے رہے اور من مانی کرتے رہے۔ بعد از اسلام انھیں یہ احساس ہوا کہ سابقہ زندگی سے دامن چھڑانے کا امکانی ذریعہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جان قربان کر دی جائے۔ لہٰذا دعا کرتے ہیں کہ انھیں اللہ شہادت کی موت دے اور مدینہ طیبہ کی پرنور بستی میں شہادت کی موت دے۔ کیونکہ اس طرح ان کے لیے راہ نجات کا یقینی سامان ہوگا۔ اللہ نے دعا قبول کی انھیں شہادت کی موت مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نصیب ہوئی۔ اور تیسری خوش نصیبی یہ ملی کہ انھیں محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شہید کیا گیا۔ ترکھان نے اپنی بات کو پھر سے واضح کیا کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر کے بعد دیکھا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ زار و قطار رو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا گئے اور اٹھ کر صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس آ بیٹھے۔ آپ نے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو اس نے جواب دیا کہ اس کے رونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے قبل از اسلام معصوم بیٹی کو زندہ دفن کیا تھا اور اب بھی کبھی کبھار اس کے کانوں میں معصوم بچی کی چیخیں سنائی دیتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تسلی دی اور وہ آیتیں پڑھ کر سنائیں کہ توبہ کرنے اور ایمان لانے کے بعد اس کے سارے گناہ معاف ہو گئے ہیں لیکن پھر بھی صحابہ رضی اللہ عنہم بخشش کا دار و مدار شہادت کی موت پر سمجھتے ہیں۔ محمد ترکھان نے اپنے نقطہ نظر کو مزید واضح کیا کہ جنگ احد کی رات ۴/شوال تین ہجری کو دو صحابی رضی اللہ عنہما مدینہ کی حفاظت کے لیے پہرہ دے رہے تھے۔ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما تھے جو بدری صحابہ رضی اللہ عنہ تھے اور آپس میں گہرے دوست بھی تھے۔ دورانِ پہرہ انھوں نے گفتگو کی کہ ایک دعا مانگنے اور دوسرا آمین کہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی کہ اگلے روز میدانِ جنگ میں وہ شہید ہو جائیں اور ان کی نعش کا مثلہ کیا جائے اور وہ اس حال میں اللہ کے حضور پیش کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں کہ اے عبداللہ تمہاری یہ حالت کیوں کی گئی تو میں جواب دوں کہ میرے مولا میری یہ حالت تیرے لیے کی گئی۔ جس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آمین کہی۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ وہ اگلی صبح میدان جنگ میں فاتح بنیں اور مالِ غنیمت حاصل کریں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس پر آمین کہی۔ اگلے دن دونوں دعائیں قبول ہوئی۔ حضرت عبداللہ رضی

اللہ عنہ کی مثلہ شدہ نعش کو دیکھ کر ان کا نوجوان فرزند سخت زار و قطار رونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حوصلہ دلایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو تیرے باپ کو اسی حال میں پیش کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے شاباش دی اور یہ آیت پڑھ کر سنائی کہ ''شہدا کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں اور تمھیں اس حقیقت کا ادراک نہیں۔'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی اور وہ لشکر اسلام کے زبردست سالار بنے۔ لیکن کہا کرتے تھے کہ میری دعا سے عبداللہ کی دعا بہتر تھی۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ راہِ خدا میں شہادت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، محمد ترکھان نے بات کو اور آگے بڑھایا اور اُمتِ مسلمہ کو شہادت کا والد اور شہید ثابت کیا۔ اس نے بات بڑھائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ میں ایک ہی میزبان تھے۔ وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ ۹۳ سال کی عمر میں ترکی کی قسطنطنیہ کی مہم میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں شامل ہوئے۔ مدینہ کے لوگوں نے انھیں کہا کہ آپ اس ضعیف العمری میں جہاد پر نہ جائیں کیونکہ طویل سفر ہے اور آپ کی عمر اور صحت کا تقاضا ہے کہ آپ جہاد پر نہ جائیں۔

مزید یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ واحد میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کا مدینہ میں رہنا باعث برکت ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ترکی فتح کرے گا (نامی) ہوگا اور مزید مجھے شہادت کے حصول کا شوق ہے۔ مدینہ اور ترکی کا ۴ ہزار میل کا فاسلہ انھوں نے طے کیا اور شہادت پائی اور وہاں ہی دفن ہوئے۔

قسطنطنیہ وہ حیرت انگیز مقام ہے جسے آج کے عہد میں استنبول بولا جاتا ہے۔ یعنی اسلام آباد۔ محمد ترکھان نے مجھے یہ بات بھی بتلائی کہ سیف اللہ حضرت خالد بن ولید کے جسم کے روئیں روئیں پر ہر مروجہ ہتھیار کا زخم موجود تھا۔ لیکن وہ دل شکستہ حالت میں حمص کی ایک مسجد میں دمِ واپسیں کہہ رہے تھے کہ میں نے معلوم آدھی دنیا کو فتح کیا لیکن آج میں شہادت سے محروم اونٹ کی موت مر رہا ہوں۔ محمد ترکھان کے منہ سے یہ عملی باتیں سن کر میں حیران ہوا اور ''مصحف صالح ترا صالح کند'' کا قائل ہوا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم جہاں سے گزرے گلوگیر چھوڑ گئے اور ان پڑھ لوگ بھی ان کی محبت سے عالمِ دین کی طرح باتیں کرنے لگے۔

(مطبوعہ: ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور، جون ۲۰۱۶ء، صفحہ ۶۹ تا ۷۲)